پروفیسر فلپ ۔ کے ۔ حتی

مترجمہ رشید احمد ارشد

امریکہ میں مشرقی علوم کی اشاعت

مندرجہ ذیل مضمون مشہور امریکی پروفیسر فلپ حتی کی تحقیقات کا نتیجہ ہے جو "الہلال" قاہرہ میں شائع ہوا تھا۔ صاحب موصوف ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کولمبیا اور پرنسٹن یونیورسٹیوں کے پروفیسر رہ چکے ہیں۔ اسی وجہ سے ذیل کی معلومات ان کے ذاتی مشاہدات وتجربات کا آئینہ ہیں اور اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امریکہ جیسے دور افتادہ براعظم میں بھی مسلمانوں کے علوم کی تعلیم واشاعت کے لیے کس قدر ان تھک کوششیں ہو رہی ہیں ۔

مشرق وسطی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سیاسی اور اقتصادی تعلقات ہیں اس لیے وہ طلبا جو بلاد اسلامیہ یا چینی اور جاپانی ممالک میں کوئی کام کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ ان مقامات کے باشندوں کی زبان ، مذہبی رسوم اور ان کے لٹریچر سے بخوبی واقف ہوں ۔ بعض طلبا ایسے بھی ہوتے ہیں جو مقدس مقامات کی سیر وسیاحت یا مشرق قریب میں تجارتی سلسلہ قائم کرنے یا امریکی سفیر یا قونصل بننے کے لیے ان علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ۔ چند طلبا ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان مشکل علوم پر محض علمی اور طبعی ذوق کی وجہ سے توجہ دیتے ہیں ۔

یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سیاسی اور تجارتی تعلقات مشرق اقصی (جزائر فلپائن ، چین وجاپان) کے ساتھ بہ نسبت مشرق وسطی کے زیادہ مستحکم اور قوی ہیں ۔ مگر دیگر مشرقی علوم کی نسبت امریکی طلبا کی توجہ سامی علوم وفنون کی طرف بہت زیادہ ہے جس کی وجہ وہ تاریخی تعلقات ہیں جن کی وجہ سے فلسطین بیس لاکھ امریکی یہودیوں اور پندرہ کروڑ امریکی عیسائیوں کی مقدس سرزمین ہے ۔

مشرقی ادارے

امریکہ میں علوم مشرقیہ کی تعلیم واشاعت کے چار بڑے ذرائع ہیں (۱) مدارس (۲) انجمنیں ۔

(۳) رسائل (۴) کتب خانے۔ اس قسم کے ادارے دو طرح کے ہیں (ا) وہ ادارے اور شعبہ جات جن کا یونیورسٹیوں سے تعلق ہے اور (ب) وہ مدارس جہاں مذہبی تعلیم کا انتظام ہے اور اس کے ساتھ مشرقی علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ سب سے پہلے یونیورسٹیوں کے اداروں کا ذکر ہوگا۔

امریکی یونیورسٹیوں میں مشرقی علوم کی تحصیل کے لیے مختلف شعبہ جات موجود ہیں جن میں صرف گریجویٹ شامل ہو سکتے ہیں۔ ایسا طالب علم وہاں ایک یا دو سال تک تعلیم حاصل کر سکتا ہے اس کے بعد وہ ایم۔ اے کی ڈگری کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور اگر وہ ایک سال اور تحقیقات میں مصروف رہے تو اسے ڈاکٹری کا ڈپلوما بھی مل جاتا ہے۔ امریکہ میں کم از کم تیس یونیورسٹیاں ایسی ہیں جن میں مشرقی علوم کا باقاعدہ انتظام ہے۔ ان میں اہم اور قابل ذکر ہارورڈ۔ کولمبیا، اور شکاگو کے جامعات ہیں۔ ہر ایک جامعہ میں مشرقی شعبہ کے ماتحت مشرقی زبانوں اور سامی علوم مثلاً سریانی۔ عبرانی اور عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہے۔ نیز اردو، فارسی، سنسکرت، پہلوی جاپانی، چینی اور ترکی لٹریچر کی تعلیم کا بھی باقاعدہ انتظام ہے۔

ہارورڈ کالج

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں سب سے پرانا ہارورڈ کالج ہے جس کی بنیاد ۱۶۳۶ء میں آکسفورڈ اور کیمبرج کے نمونہ پر رکھی گئی۔ اس کے کئی پرانے گریجویٹوں نے مذہبی پیشہ اختیار کیا اس وجہ سے اس کالج کے پرانے دستور العمل میں عبرانی زبان اور مشرق کی تاریخ قدیم کا درس شامل تھا۔ مگر مشرقی شعبے باقاعدہ طور پر حال ہی میں منظم ہوئے ہیں۔ اس بارے میں کولمبیا اور یایل کے جامعات نے سب سے پہلے قدم اٹھایا۔ ہارورڈ کالج آج تک مشرقی علوم کی تحصیل کا اہم امریکی مرکز شمار کیا جاتا ہے۔ وہاں عربی کے ایک پروفیسر ڈاکٹر جیمس جیوٹ (JAMES JEWETT) بھی تھے۔ جنہوں نے امریکی یونیورسٹی بیروت میں بھی درس دیا تھا اور ابن الجوزی کی کتاب "مرآۃ الزمان" بھی انہوں نے طبع کرائی تھی۔ ہارورڈ کالج کے دوسرے مستشرق جارج فٹ مور (G - FOOT - MOORE) ہیں۔ ایک پروفیسر لیو وینر (L. WIENER) بھی مشہور ہیں جنہوں نے "عربی تمدن کا ہسپانوی قوم کا تھ سے تعلق" کے عنوان پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

یایل یونیورسٹی کے مشرقی زبان کے پروفیسر ڈاکٹر البرٹ کلے (A. CALY) ہیں۔

ڈاکٹر موصوف ایک جدید نظریے کے بانی ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ شمالی شام اور لبنان سامی قوم کا گہوارہ تھا۔ ڈاکٹر ٹاروی بھی وہاں عربی زبان کے ایک معتبر فاضل سمجھے جاتے ہیں۔ بابل میں ایک عمدہ عجائب خانہ مشہور امریکی دولت مند مسٹر مورگن کی مالی امداد سے قائم کیا گیا ہے۔ جس میں سامی تمدن کے متعلق نادر اشیا موجود ہیں۔

امریکی اساتذہ

مشرقی شعبوں میں تمام اساتذہ امریکی، عیسائی اور یہودی مستشرقین ہیں۔ بعض پروفیسر جرمنی کے ہیں۔ مگر یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ مشرقی ممالک کا کوئی عالم اس منصب پر متعین نہیں ہے۔ عام طور پر یہ اساتذہ جرمن یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل ہیں۔ اور خاص کر لائپزگ اور برلن ان کا تعلیمی مرکز ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہاں کی جامعات کا تعلیمی دستور العمل اور طریقہ تعلیم اصولاً جرمنی مدارس کے پروگرام کے مطابق رکھا گیا ہے۔ یہاں تک کہ جرمنی ہی کی تالیف کردہ کتابیں بھی نصاب میں داخل ہیں۔ چنانچہ عربی نحو میں سوسن کی مرتب کردہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ اور سریانی سبق کے لیے بروکلمن کی تالیف کردہ کتاب داخل نصاب ہے اسی طرح اشوری زبان کی تعلیم ویلتش کی کتاب سے دی جاتی ہے۔ اور قبطی زبان کی تعلیم کے لیے شنیڈورون کی کتاب پڑھائی جاتی ہے۔

امریکی مستشرقین عربی زبان میں گفتگو اور تحریر پر اچھی طرح قادر نہیں ہیں حالانکہ وہ مصر و شام کی سیاحت بھی کر آتے ہیں پھر بھی ان کا تلفظ درست نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک مستشرق نے ایک مرتبہ تعارف کے بعد سب سے پہلے یہ سوال کیا "کیا آپ نحو سے شناسا ہیں؟"

اس نے نحو کا لفظ حائے معجمہ سے کیا کیونکہ ان لوگوں کے لیے حائے حطی سے تلفظ ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ تاہم اس قسم کی خامیوں کے باوجود یہ لوگ عربی زبان کے کتابی لٹریچر تاریخ اور فلسفۂ زبان (فیلالوجی) کے زبردست ماہر ہوتے ہیں۔ عربی اشتقاق اور فلسفۂ زبان پر انہیں اس قدر مہارت ہوتی ہے کہ اس بارے میں میرے خیال میں شام و مصر کا کوئی عالم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

سامی زبانوں کا نصاب

چونکہ کولمبیا یونیورسٹی کا مشرقی شعبہ سب سے زیادہ قدیم اور سب سے زیادہ منظم ہے اس لیے

میں چاہتا ہوں کہ قارئین کرام کے سامنے اس کے اہم مضامین کا نصاب تحریر کروں جو اس کے شائع کردہ پروگرام سے ماخوذ ہے۔

۱- عبرانی زبان (ل) قدیم عبرانی زبان کے قاعدے اور اصول (ب) تلمود کا انتخاب۔ (ج) عہد متوسط کے فلاسفہ۔

۲- سامی تحریرات (ا) سامی خط کی تشریح اور حروف تہجی کی تاریخ (ب) آرامی تحریر کی تشریح (ج) خط مسند اور اس کے کتبوں کی تشریح۔

۳- اشوری اور سومری (ا) زبان کے ابتدائی قواعد (ب) نحو (ج) تکوین اور غلغمیش کے قصوں کی خواندگی (د) قانون حمورابی (ہ) بابلی، اشوری اور سومری کا منتخب لٹریچر

۴- عربی (ا) صرف و نحو کے قواعد اور عام خواندگی (ب) ابن خلدون کی خواندگی اور تشریح (ج) قرآن شریف (د) عربی زبان جو مصر و شام میں مروج ہے۔

: عربی، عبرانی، چینی وغیرہ مروج زبانوں کے اسباق میں شام کو ہر خواہش مند طالب علم شریک ہو سکتا ہے۔

۵- سریانی (ا) نحو اور بائبل مقدس کے سریانی ترجمے کی خواندگی (ب) سیر القدیسین۔ (ج) شعر و نظم۔

۶- حبشی زبان کی گریمر اور منتخب خواندگی (مذکورہ بالا زبانیں سامی زبان کی قدیم شاخیں ہیں)

۷- تاریخ مشرق (ا) مغربی ایشیائے قدیم کی تاریخ فارسی عہد تک (ب) عربی تمدن کا نشو و نما اور اسلام کا زمانہ عروج (ج) موجودہ مصر اور ترکی کا دور احیا اور ان کا اجتماعی اور سیاسی انقلاب

۸- فیلالوجی یا سامی ادبیات کا فلسفۂ زبان۔

۹- مصری زبان۔ قبطی زبان کے قواعد جو قدیم زمانے میں مروج تھے۔

اس کے بعد اسی دستور العمل میں آرین اور ہندوستانی زبانوں کا نصاب بھی مندرج ہے۔ چنانچہ سنسکرت، پالی وغیرہ زبانوں کے متعدد شعبے قائم ہیں۔ زرتشتی (جو ایران کا قدیم مذہب تھا، اور جس کو پارسی قوم مانتی ہے)، بدھ مذہب اور تاریخ ہندوستان اور ایران کی تعلیم کا انتظام بھی ان شعبہ جات میں موجود ہے۔ نہ صرف اسی پر اکتفا کیا گیا ہے بلکہ ارمنی، ترکی، چینی اور جاپانی زبانوں کی تعلیم اور ان کا نصاب اور سلیبس مشرقی شعبہ جات کی طرف سے تیار کیا گیا ہے۔ الغرض کولمبیا یونیورسٹی

ان تمام اسباق کا ہر اس طالب علم کے لیے انتظام کرتی ہے جو ان کی تحصیل کا ارادہ رکھتا ہو۔

مذکورہ بالا دستور العمل سے ہمیں اس وسیع اور خاص طریقے کا پتہ چلتا ہے جس پر امریکہ کے مستشرقین گامزن ہیں۔ اور جس کی قدر و قیمت شام و مصر کے لوگ اچھی طرح نہیں سمجھتے۔

امریکی مستشرقین

یہ مستشرقین عربی لٹریچر کے زبردست ماہر ہوتے ہیں کیونکہ وہ عربی زبان کا مستقل حیثیت سے مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اس کا رسامی زبانوں کی ایک شاخ کی حیثیت سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ کسی شخص کو عربی زبان میں اس وقت تک ماہر نہیں سمجھتے جب تک کہ وہ دوسری سامی زبانوں کا ماہر نہ ہو۔ اسی وجہ ہے ان کی گفتگوؤں اور تقریروں میں کسی مشرقی عالم کا نام سننے میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ ان میں سے کسی کا نام حوالۃً پیش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنی تالیفات میں بھی کسی مشرقی فاضل کی تصانیف کا اقتباس درج کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ یورپین مستشرقین کے ساتھ ایک علاحدہ "عالم عربی" میں زندگی بسر کرتے ہیں جس سے کسی مشرقی عالم کا تعلق نہیں ہوتا ہے۔

یہ مستشرقین عربی زبان کے کسی طالب علم کو سامی زبان میں اس وقت تک ڈگری نہیں دیتے جب تک کہ وہ کم از کم سریانی اور عبرانی کا ماہر نہ ہو جب میں نے کولمبیا یونیورسٹی سے استعفیٰ دیا تھا۔ اس وقت میرے دو یا تین شامی دوستوں نے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ میں ان کے نام یونیورسٹی کے ارباب اقتدار کے پاس بھیج دوں تاکہ شعبہ علوم مشرقیہ میں معلم کی حیثیت سے ان کا تقرر ہو سکے۔ مگر چونکہ مجھے ان کی ناکامی کا پورا یقین تھا اس لیے میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ان کی قابلیت عربی زبان تک ہی محدود تھی۔

جامعہ کولمبیا کی علمی تحقیقات

کولمبیا کے مشرقی شعبہ کے صدر ڈاکٹر رچرڈ گوتھل تھے (R. GOTHAL) جنہوں نے جرمنی میں اور جامعہ ازہر کے ایک استاد سے تعلیم حاصل کی تھی۔ یہاں ہر ایک طالب علم سے جو ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنا چاہتا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کسی خاص مضمون پر کوئی کتاب تالیف کرے جس کے ذریعے ریسرچ اور تحقیقات علمیہ کے جدید اصول کے مطابق اس کی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ ذیل میں ان میں سے چند ایسے طلباء کے نام اور ان کی تالیف کی فہرست پیش کی جاتی ہے جنہوں نے

انگریزی زبان میں عربی لٹریچر پر محققانہ کتابیں تحریر کیں۔

۱۔ تاریخ غزّہ — مائر (MAYER)

۲۔ تاریخ صدار۔ اسلین (EISELIN)

۳۔ تاریخ ——— فلمینگ (FLAMING)

۴۔ آرام واسرائیل کریلنگ (KRELING)

۵۔ ترجمہ کتاب الفرق بین الفرق — مسز سیلی (MRS SEELY)

۶۔ سامی اصول کا اشتقاق — ہر وٹز (HUR WITS)

علاوہ ازیں اور کئی مفید ادبی و تاریخی کتابیں دیگر طلبا نے بھی تحریر کی ہیں۔

فلاڈلفیا یونیورسٹی میں سامی زبان کے پروفیسر مورلس جسٹرڈ تھے جنھوں نے اشوری اور بابلی مذہب وتمدن سے متعلق کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی آخری تالیف "بغداد کے لوہے کے سکے" پر تھی۔ انہوں نے ایک کتاب میں صیہونی خیالات کا مضحکہ اڑایا ہے۔ کیونکہ پروفیسر مذکور یہودی ہونے کے باوجود صیہونی تحریک کے مخالف تھے۔ اس یونیورسٹی میں اشوری اور بابلی اشیاء نیز خطوط مسیحی کے نمونوں کا ایک عمدہ عجائب خانہ ہے جس کا ثانی امریکہ میں اور کوئی نہیں ہے۔

شکاگو یونیورسٹی میں پروفیسر جمیس برسٹڈ تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے ۲۰-۱۹۱۹ء کے ایام سرما میں مصر، شام اور عراق کی سیاحت کی تھی۔ آپ نے مشرقی شعبے کی تعلیم کا وسیع پیمانے پر انتظام کیا۔ ان انتظامات کی تکمیل امریکہ کے مشہور کروڑپتی مسٹر راک فیلر کی مالی امداد سے ہوئی۔ جامعہ شکاگو کے سابق چانسلر مشہور مستشرق مسٹر ہارپر تھے جنھوں نے قانون حمورابی (جو قدیم بابل کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہے) شائع کیا اور انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔

کیلیفورنیا یونیورسٹی میں پروفیسر پوپ قابلِ ذکر ہیں جو آج کل "تغری بردی" کی مشہور تاریخ مصر کی اشاعت میں منہمک ہیں۔

ان یونیورسٹیوں کے مشرقی شعبوں میں عام طور پر طلبا کی تعداد کم ہوتی ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے مشرقی شعبے میں جو غالباً سب سے بڑا خیال کیا جاتا ہے طلبا کی سالانہ اوسط تیس ہے۔ ایسے طالب علم اکثر نوجوان مرد ہوتے ہیں مگر خواتین بھی شریک درس ہوتی ہیں۔ تاہم مشرقی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان روز افزوں ہے۔

پروفیسر میکڈانلڈ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں فلسفۂ الٰہیات اور مذہبی تعلیم کے لیے ۲۲ اعلیٰ مدارس موجود ہیں۔ جن میں سے ایک کیتھولک کالج دارالسلطنت واشنگٹن میں ہے۔ یہودیوں کے دو کالج نیویارک اور اوہیو میں قائم ہیں۔ اس قسم کے اکثر مدارس میں مذہبی اور مشنری تعلیم کے علاوہ مشرقی ممالک کے مذہب، تاریخ اور ادبیات کا درس بھی داخل نصاب ہے۔ ان مدارس میں سے اہم کالج ہارٹفورڈ کا مذہبی مدرسہ ہے۔ اس کی شہرت مشہور امریکی مستشرق مسٹر میکڈانلڈ کی وجہ سے ہے جو مذہب اسلام کے زبردست عالم سمجھے جاتے تھے۔ میں نے پروفیسر مذکور سے موسم خزاں کی ایک رات میں ملاقات کی تھی۔ اس وقت آپ اپنی لائبریری میں بیٹھے ہوئے مطالعہ کتب میں منہمک تھے۔ آپ کی عمر اس وقت ستر برس کی تھی۔ ڈاڑھی سفید ہوگئی تھی اور لب ولہجہ اسکاٹ لینڈ کے باشندوں کی طرح تھا کیونکہ آپ کی پیدائش امریکہ میں نہیں ہوئی تھی۔ جب میں نے ان سے موجودہ مشغلے کے متعلق استفسار کیا تو آپ مجھے کتب خانہ کے ایک گوشے میں لے گئے جہاں کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ آپ نے بجلی کے لیمپ کے بٹن کو دبا کر روشنی کی تو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ انبار "الف لیلہ" کے مختلف ایڈیشنوں اور تراجم کا مجموعہ تھا۔ اتنا مجموعہ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ اس میں مصری مطبع، یسوعی بیروت۔ مطبع ادبیہ بیروت اور دیگر مطابع کے ایڈیشن اور فرنچ، انگریزی، جرمنی و دیگر زبانوں کے تراجم سب موجود تھے۔ مجھے یاد ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ الف لیلہ کے ہر ایڈیشن کا ایک ایک نسخہ ان کے پاس موجود ہے۔ بعد ازاں انہوں نے فرمایا کہ وہ آج کل الف لیلہ کے مؤلف یا مؤلفین کی شخصیتوں اور ان کے مقاماتِ افسانہ کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں۔ یہ مقصد قصوں کے طرز بیان، مواد اور اس کی ترتیب نیز دوسری ادبی کتابوں کے ساتھ مقابلہ کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

پروفیسر مذکور کے پاس چند عربی اجزاء اور اوراق بھی پڑے ہوئے تھے جن میں ایک نصیری فاضل نے نصیری خیالات کی تشریح کی تھی۔ جب میں نے ان اوراق کو اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پروفیسر مذکور نے اپنے قلم سے اس پر بہت سے نوٹ اور حاشیے سرخ روشنائی سے لکھ رکھے تھے۔ جس سے اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ صاحب موصوف نے ان اوراق کا ناقدانہ نظر سے مطالعہ کر رکھا ہے۔ جب میں ان کے پاس سے نکل کر آیا تو یہ سمجھے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر یہ شخص مشرق میں سالہا سال تک صرف الف لیلہ کے مطالعہ میں نظر آتا تو سب لوگ یہی سمجھتے کہ وہ اپنی زندگی بیکار رائیگاں کر رہا ہے۔

دوسرے دن صبح کو میں نے ان کے رفیق ڈاکٹر ورل سے ملاقات کی جو پہلے "امریکی اسکول آف اورینٹل ریسرچ" کے منتظم تھے۔ ڈاکٹر موصوف شام و فلسطین کی عام بول چال کی زبان اور اس کے اشتقاق و انقلاب کی تاریخ مرتب فرما رہے تھے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جو شخص اپنی تمام محنت اور وقت اس کام کے لیے صرف کرے اور اس موضوع کو فیلالوجی، اجتماعی، تاریخی غرضیکہ تمام پہلوؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچائے تو تم سمجھ لو کہ اس نے عربی لٹریچر کی زبردست خدمت کی۔ ان کی اس گفتگو سے شام و مصر و عراق کے ان ادبار کی جماعت میرے ذہن میں آئی جو اس قسم کے مطالعہ کو قابل اعتنا نہیں سمجھتی۔

اس ادارہ کے ایک اور استاد ڈاکٹر لیوس پاٹن (LEWIS PATAN) تھے جنہوں نے شام و فلسطین کی قدیم تاریخ مرتب کی ہے۔ ہارٹفورڈ کا ادارہ ایک مشہور دولت مند محسن مسٹر کینڈی کی یادگار ہے۔

مشرقی انجمنیں

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مستشرقین کی ایک بڑی انجمن ہے جس میں ایسے تمام فضلاء، پروفیسر اور تعلیم یافتہ لوگ شامل ہیں جو مشرقی علوم سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس انجمن کا نام "امریکی مشرقی مجلس (AMERICAN ORIENTAL SOCIETY) ہے۔ اس کے ارکان کئی سو ہیں جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کا سالانہ جلسہ کسی ایک یونیورسٹی میں منعقد ہوتا ہے جس میں وہ مضامین پڑھے جاتے ہیں جو ارکان کی خاص تحقیقات کے نتائج ہوتے ہیں۔ یہ مضامین بعد میں انجمن کے اپنے رسالے میں شائع ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کی انجمنیں تقریباً یورپ کے ہر ملک مثلاً انگلینڈ، فرانس، جرمنی، آسٹریا، اطالیہ اور ہالینڈ میں قائم ہیں۔ اسی طرح کلکتہ میں "بنگال ایشیاٹک سوسائٹی" بھی قائم ہے۔ اور یہ امر بھی قابل اطمینان ہے کہ ایسی انجمنیں باہمی تعلقات قائم کرنے میں بہت مفید ثابت ہو رہی ہیں۔

اس وقت میرے سامنے "امریکی مشرقی مجلس" کی دو شاخوں کی رپورٹ ہے۔ مشرقی شاخ کے اجلاس میں کرسمس کی تعطیلات میں "جان ہاپکنس" یونیورسٹی میں ہوئے اور مغربی شاخ کے اجلاس دوسرے شہر میں منعقد ہوئے۔ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مشرقی شاخ کے جلسوں میں اکسٹھ ارکان شریک ہوئے جن میں نو خواتین تھیں۔ اس کے جلسے پانچ مرتبہ ہوئے۔

اس کے صدر مشہور امریکی صحیفہ نگار ڈاکٹر ٹلکوٹ ولیمز تھے جو اسی سال قبل لبنان کے ایک ضلع عالیہ میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے جو مضمون پڑھا اس کا عنوان "اسلامی خلافت" تھا۔ اس سال جو ارکان منتخب کیے گئے تھے ان کی تعداد ۱۲۱ تھی۔ اس انجمن کے اعزازی اراکین میں ہنری مور سابق سفیر ترکی اور ولیم ٹافٹ سابق صدر جمہوریہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی شامل تھے۔ ان مضامین کے عنوانات سے جو وہاں پڑھے گئے تھے علوم مشرقیہ کے متعلق امریکی قوم کی کوششوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بعض مضامین حسب ذیل تھے۔

۱۔ کتاب سفر ایوب میں شتر مرغ کا ذکر
۲۔ جزائر فلپائن کی عام زبان
۳۔ قدیم مصری زبان کی علامتیں اور اس کے مقابلے میں سامی زبان کی علامات
۴۔ ان بخور کی کیمیائی ترکیب اور اجزا نباتاتی کا تذکرہ جن کا ذکر تورات میں ہے۔
۵۔ حشتین قوم کی زبان۔
۶۔ طوفان نوح کے بعد کی قوس وقزح۔
۷۔ زراعت سے متعلق کلدانی روزنامچہ۔
۸۔ وہ آیتیں جن کا ترجمہ سفر میں غلط کیا گیا ہے۔
۹۔ "حمو" کا اشتقاق
۱۰۔ تالمود میں طب
۱۱۔ سامی زبان میں " اداۃ المضارعہ"۔

میں ولایات متحدہ امریکہ کے دوران اقامت میں مجبوری حالات کے سوا اس انجمن کے جلسوں سے کبھی غیر حاضر نہیں رہا۔ اس بنا پر مجھے ان کی معلومات سے مستفید ہونے کا بہت موقع ملا اور اپنے ملک کی تاریخ، زبان، فلسفہ، اور مذہب سے متعلق ایسی معلومات حاصل ہوئیں جن کا علم ان کی امداد کے بغیر بہت مشکل تھا۔ مجھے افسوس رہا کہ کوئی ہمارا مشرقی بھائی اس انجمن کا رکن نہیں ہے۔ حالانکہ صرف مشرقی علوم سے دلچسپی کا اظہار اس کی رکنیت کی شرط رکھی گئی ہے۔

اس انجمن کی یہ کوشش بھی تھی کہ یہ انجمن حکومت امریکہ سے ایک ایسا عام مشرقی مدرسہ قائم کرنے کے متعلق گفت وشنید کرے جس میں طلبا کو مشرقی ممالک میں سفارت اور قونصلوں

کے منصب کے لیے تیار کیا جائے۔

ایسی دوسری مذہبی انجمن "انجمن تشریح و تفسیر تورات" ہے۔ جس میں مذکورہ بالا انجمن کے اراکین بھی شامل ہیں۔ اس انجمن کا دائرہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ صرف لسانی تاریخ اور ان مذہبی مباحث تک محدود ہے جن کا تعلق تورات یا بائبل سے ہے۔ نیویارک اور شہر فلاڈلفیا میں بھی مستشرقین کی ایک اور مختصر سی انجمن ہے جہاں اس کے ارکان کسی ایک رکن کے گھر مہینے میں ایک مرتبہ تعارف اور تبادلۂ خیالات کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اور ان جلسوں میں علمی مباحث اور نئی مشرقی کتابوں کے مطالعے اور تبادلے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ میں ان میں سے نیویارک کی ایسی انجمن کے جلسوں کے منظر کو فراموش نہیں کر سکتا جب اس کے ارکان شام کو آتے تھے اور ان میں سے ہر ایک بقدر استطاعت کتابیں، رسالے یا اوراق ہی اٹھائے ہوئے چلا آتا تھا۔

مشرقی رسائل

"امریکی مشرقی انجمن" کا ایک سہ ماہی رسالہ شائع ہوتا ہے جس میں اراکین انجمن کے مقالات اور لیکچر شائع ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ یایل یونیورسٹی میں چھپتا ہے اور اس طرز پر مرتب ہوتا ہے جس طرز پر یورپ کی مشرقی مجالس کے سہ ماہی رسالے شائع ہوتے ہیں۔

ایک رسالہ "صحیفۂ سامی لغات" ہے جو جامعہ شکاگو کے شعبۂ مشرقیات کے اہتمام سے شائع ہوتا ہے۔ ایک اور اہم مشرقی رسالہ "انجمن تفسیر تورات" کی طرف سے بھی شائع ہوتا ہے۔

ان رسائل میں مضمون نگار کسی خاص مضمون پر نہایت جانفشانی اور صحیح تحقیقات کے بعد جو جدید علمی اصول پر مبنی ہوتی ہیں کوئی مقالہ سپرد قلم کرتا ہے۔ تاکہ تعلیم یافتہ طبقہ اور فضلا ان کی تحقیقات سے مستفید ہوں۔ یہ مقالات عام مذاق کے نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ مشرقی علوم سے گہری دلچسپی رکھنے والا ہی ان کو سمجھ سکتا ہے۔ نیویارک میں دوسری قسم کا عام پسند ایک مصور رسالہ بھی شائع ہوتا ہے جسے کافی امداد حاصل ہے۔ یہ رسالہ مشرق کے اجتماعی اور سیاسی معاملات پر عوام کی دلچسپی کے لیے عام فہم مضامین شائع کرتا ہے اور تمام دنیا میں کافی مقبول ہے۔ اس رسالے کا نام "ایشیا" ہے۔

کتب خانے

دارالحکومت واشنگٹن میں "کانگریس لائبریری" ہے جو امریکہ کی سب سے بڑی لائبریری ہے۔

نہ صرف عمارت اور ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بلکہ کتابوں کے ذخیرے کے لحاظ سے بھی یہ عظیم الشان کتب خانہ ہے۔ اس کی مستحکم عمارت، نقش ونگار اور گلکاریوں کی وجہ سے نہایت خوبصورت اور دلکش ہے۔ ملک کے قانون کے مطابق ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ہر مطبوعہ کتاب کے دو یا تین نسخے اس کتب خانے کو پیش کیے جاتے ہیں۔ جنگ کے بعد جب میں اس کتب خانے میں گیا تو اس وقت "الہلال قاہرہ" کے بہت سے پرچے وہاں محفوظ دیکھے۔ میرا گمان غالب یہ ہے کہ اس کتب خانے میں مشرقی کتابوں کا ذخیرہ امریکہ کے دیگر کتب خانوں سے بہت زیادہ ہے۔

نیویارک کی پبلک لائبریری بھی بہت بڑی ہے اس کے مشرقی شعبے میں تئیس ہزار کتابیں ہیں یعنی امریکی یونیورسٹی بیروت کے کتب خانے سے بھی زیادہ اس میں مشرقی علوم کی کتابیں موجود ہیں۔ یہ کتب خانہ مصر، شام، حجاز، عراق، آرمینیا، ممالک فارس اور دیگر مشرقی ممالک کے اخباروں اور رسائل سے تبادلہ کرتا رہتا ہے۔

موسم گرما کی تعطیلات میں میں نے اپنا بیشتر وقت اس کتب خانے میں مشرقی کتب کے مطالعہ میں گزارا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ شعبۂ کتب مشرقیہ کا مہتمم ہر اس نئی کتاب کو خریدنے پر آمادہ ہو گیا جس کا نام میں نے اس کے سامنے پیش کیا۔ ان کتابوں کے پہلے صفحے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کتابوں کی بڑی تعداد ایک دولت مند یہودی یعقوب شف کی عطا کردہ ہے۔

ان کتب خانوں کے علاوہ ہر بڑی یونیورسٹی میں ایک کتب خانہ ہے جس کے ضمن میں مشرقی شعبہ بھی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مشرقی اشیاء کے عجائب خانے بھی موجود ہیں۔

سرگزشت غزالی

مترجمہ محمد حنیف ندوی

امام غزالی کی "المنقذ" کا اردو ترجمہ جس میں انہوں نے اپنے فکری ونظری انقلاب کی دلچسپ داستان بیان کی ہے اور بتلایا ہے کہ کس طرح انہوں نے جبہ وعبا اور مسند ودستار کی زندگی چھوڑ کر گلیم وفقر کی روش اختیار کی اور تصوف کو اپنا نصب العین قرار دیا۔

قیمت ۳ روپے

ملنے کا پتہ: سیکرٹری ادارۂ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور